رسول اکرمؐ کا معیارِ زندگی

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

(۳)

دُنیوی ضروریات کا معیار چنانچہ حضورؐ نے دُنیا اور اُس سے استفادہ کا معیار بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"جو شخص اپنی جماعت میں امن و سکون سے زندگی بسر کرے اچھی و تندرست ہو، اُس کے پاس ایک دن کی غذا رکھی ہو تو بس گویا اُس نے ساری دُنیا حاصل کر لی۔"

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے حضورؐ نے فرمایا:

"انسان کو ان اشیاء کے علاوہ اور کسی چیز کی حاجت نہیں ہے، اپنے رہنے کے لیے گھر، بدن ڈھانپنے کے لیے کپڑا، کھانے کے لیے خشک روٹی اور پینے کے لیے پانی۔"

ایک شخص نے حضرت عمروؓ بن عاص سے پوچھا جنہوں نے حضورؐ کی صحبت پائی اور تربیت حاصل کی تھی، کیا ہم فقراء میں سے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیا تیری بیوی ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کیا تیرے رہنے کے لیے گھر ہے؟ کہا ہاں، انہوں نے کہا تب تو تُو اغنیاء میں سے ہے۔ پھر اُس نے کہا، میرے پاس ایک خادم بھی ہے یہ سُن کر انہوں نے کہا اچھا پھر تو تُو بادشاہ ہے۔

صحابہؓ میں سے کسی نے سوال کیا:

"یا رسول اللہ! سوال نہ کرنے کے لیے کتنے مال کی ضرورت ہے" حضورؐ نے فرمایا "جس کے پاس صبح و شام کا کھانا موجود ہو۔"

حضرت عمرؓ کو ایک ریشمی رنگین کپڑا ملا تو اُسے حضورِ اکرمؐ کے پاس لے گئے اور عرض کیا۔

دربار رسولؐ اللہ آپؐ اسے لے لیجیے، عید اور دیگر اہم مواقع اور وفود کی آمد پر اسے زیب تن فرمایئے"۔ آپؐ نے فرمایا۔

"یہ لباس تو اس شخص کے لیے سزاوار ہے جس کا قیامت میں کوئی حصہ نہیں"۔

آپؐ کی سخاوت و عطا کا یہ عالم تھا کہ مال کی آمد سے صحن بھر جاتا تھا۔ آپ سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور جب گھر میں تشریف لاتے تو کھجور کے درخت کی بھوس کے تکیے پر آرام فرماتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اللہ کے پاس ایک ہی چادر تھی جس کو رات کو تہہ کر کے اس پر نماز پڑھتے۔ دن میں اسے کھول کر بچھا لیتے اور اس پر اجلاس فرماتے۔ کھانے میں سخت محتاط اور قناعت پسند تھے۔ فرماتے:

"انسان کو چند لقمے کافی ہیں تاکہ اس کی آنتیں سیدھی ہو جائیں"۔

حضور اکرمؐ نے اپنی مرضِ وفات میں فرمایا:

"اے عائشہؓ وہ سونا کیا ہوا"۔ چنانچہ وہ آپؐ کے پاس حاضر کیا گیا جو پانچ یا سات دینار کے قریب تھا۔ آپؐ اس کو الٹ پلٹ رہے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا خیال یہ نہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ دینار میرے پاس ہوں۔ اے عائشہؓ ان کو خیرات دو، چنانچہ وہ تقسیم کر دیے گئے۔

اسلامی مملکت کے اس سربراہ نے جو گھر میں اثاثہ چھوڑا وہ یہ تھا:

- کچھ ہتھیار، زرہ، کمانیں، تیر اور ڈھال یہ جہاد فی سبیل اللہ کا سامان تھا جو موجود رکھا جاتا تھا۔
- ایک عصا
- ایک لکڑی کا پیالہ، ایک شیشے کا پیالہ۔
- ایک پانی کا مشکیزہ، وضو کا برتن، کپڑے دھونے کا برتن، ہاتھ دھونے کا برتن۔
- تیل کی شیشی، آئینہ اور کنگھا ایک سرمہ دانی، قینچی، مسواک۔
- ایک بڑا پیالہ جسے کنڈا لگا تھا، زیادہ مہمانوں کے لیے۔
- ایک چارپائی اور ایک چمڑے کا بستر۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اللہ کے رسول کے ترکہ میں نہ دینار تھا، نہ درہم، نہ بکری، نہ اونٹ۔ اور عمر بن حارث کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے ترکہ میں سوائے ہتھیاروں اور ایک خچر کے کچھ نہ چھوڑا۔ تھوڑی سی زمین تھی جو صدقہ کر دی گئی تھی۔

یہ اس انسان کے فقر کا حال ہے جو دلوں کا بادشاہ، علاقوں کا حکمران، سرداروں کا سردار اور بادشاہوں کا شہنشاہ تھا، جس کی حکومت لاکھوں مربع میل تک پھیل گئی تھی۔ آپ کا فقر و غنا کا یہ طرزِ عمل اپنے مالک کی منشا اور رضا کے عین مطابق تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں انسان کو اس لیے اشرف قرار دیا ہے کہ وہ اپنے فہم و شعور اور عزم و ارادے کے ساتھ اللہ کی ...... بندگی کا قصد کرتا ہے اور انسانوں میں سے انبیائے کرام اس لیے محبوب ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اللہ کی رضا کی خاطر دنیا کے ان تمام دلفریب زہد کش اور پُرکشش تعیشات اور سہولتوں سے دست بردار ہو جاتے ہیں جو انہیں آسانی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ خوش حالی اور مال و دولت پرورشِ نفس کا ذریعہ اور آرام طلبی اور عیش پسندی کا آلہ ہے اور عیش پسند خوش حال لوگ ہی خدا کی بندگی اور راہِ راست پر آنے سے ہمیشہ کتراتے اور صداقت و دیانت کے راستے کے رہزن ثابت ہوتے ہیں۔ تمام انبیاء کے ساتھیوں کی طرح حضورؐ اکرم پر بھی غربا و مساکین اور کم مالی حیثیت کے لوگ جلد اور پہلے ایمان لاتے اور سردارانِ قریش اور مال دار خوش حال لوگ ہمیشہ رکاوٹ ڈالتے رہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ جو خالقِ خواص اشیا ہے فرماتا ہے:

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۔ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ۔ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۔ (المزمل ۱۱-۱۳)

ترجمہ: "ان جھٹلانے والے خوش حال لوگوں سے نمٹنے کا کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور انہیں ذرا کچھ دیر اسی حالت میں رہنے دو۔ ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب۔"

اور یہ بات صرف حضورؐ کے مخاطب خوشحال لوگوں پر ہی صادق نہیں آتی۔ بلکہ ہر نبی کو انہی سرمایہ دار اور خوش حال دنیا کے طالب اور عیش و عشرت میں مبتلا لوگوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت نوحؑ نے ان خوش حال اور مالدار لوگوں کی شدید مزاحمت سے تنگ آکر کہا ۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۔ (نوح - ۲۱)

ترجمہ: نوحؑ نے کہا "میرے رب انہوں نے میری بات رد کر دی اور اُن مالداروں اور رؤسا کی پیروی کی جو مال اور اولاد پا کر اور زیادہ نامراد ہو گئے ہیں۔"

سونا چاندی — راہ حق کے سنگ ہائے گراں حضرت ابراہیمؑ کو بھی اپنے ملک کے بادشاہ اور رؤسا سے ہی سابقہ پڑا اور انہوں نے ہی دعوت کو جھٹلا کر اور انہیں آگ میں ڈال کر اپنا ناپاک دل ٹھنڈا کرنا چاہا۔ اس لیے کہ دعوتِ حق وہ پیمانۂ عزو شرف مقرر کرتی ہے جو دُنیا داروں کے عام پیمانہ عزوشرف، مال و دولت کو اُلٹ کر ایمان اور عمل صالح کو عزت و شرف کا پیمانہ قرار دیتی ہے۔ بس یہی بات خوش حال طبقے کو ناگوار ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو بھی فرعون اور اس کے سرداروں سے ہی واسطہ پڑا جو حکام اور رؤسا تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی رؤسا اور حکام نے ہی صلیب تک پہنچایا۔ حضرت یحیٰؑ کا سر بھی ایک بادشاہ نے ہی کاٹ کر طشت میں رکھ کر اپنی محبوبہ فاحشہ کے سامنے پیش کیا۔ غرض تاریخ انسانیت میں جہاں جہاں دعوتِ حق بلند ہوئی ہے۔ وہاں مالدار لوگ (رؤسائے قوم، ملاءِ ملت اور خوش حال مالدار اور دُنیا دار لوگ) اس دعوت کی مزاحمت و مخالفت کے لیے آگے بڑھتے رہے ہیں اور ساتھ دینے والوں میں اکثریت مساکین، فقرا اور تہی دست پس ماندہ لوگوں کی ہی رہی ہے۔ اس سے محسوس ہوتا ہے کہ مال و دولت اور سروسامانِ دُنیا دل پہ ایک ایسا زنگ چڑھا دیتا ہے جس میں سے دعوتِ حق کی شعاعیں آسانی سے نہیں گزرتیں اس کے مقابلے میں غربت، فقر اور دُنیا کے مال سے تہی دستی انسان میں خدا سے تعلق، رقتِ قلب اور ایسا جذبِ اندروں پیدا کر دیتی ہے جو دعوتِ حق کو شناخت کرنے اور قبول کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔

اس مال و دولت اور سرمایہ و سروسامانِ دُنیا کی افراط نے بڑے بڑے فساد پیدا کیے اور بڑی بڑی آفتیں ڈھائی ہیں۔ قومیں قوموں سے جنگیں برپا کرتی ہیں۔ ہزاروں اور لاکھوں انسان ہلاک ہوتے، بچے یتیم ہوتے، عورتیں بیوہ ہوتیں اور بستیاں ویران و شکست حال ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ مال و دولت

کے حصول، دوسروں کے مال پر قبضہ کرنے کی حرص، نفس پرستی، مفاد پرستی اور قوم پرستی کی خاطر ہوتا ہے۔ دُنیا میں ظلم و ستم، حق تلفی اور حق ماری، زیر دست آزادی، طبقاتی کشمکش، نزاع و اختلاف، اشرف المخلوقات کے ان سب کارناموں کے پیچھے ہوسِ مال و دولت اور عیش و آرام، غلبہ و تفوق کی خواہش اور نفسیاتی لذتوں کا حصول ہوتا ہے اور یہ سب دُنیا کے وہ مظاہر ہیں جو انسان کے نفس کو آسودہ کرتے اور اُس کی رُوح کو مضمحل کرتے ہیں۔

شہنشاہِ فقر

اسی لیے تمام انبیائے کرام اور پھر حضورؐ اکرم نے بطور خاص دُنیا اور اس کی لذات و خواہشات اور لوازمات و معیارات کو اپنے زیر پشت پا رکھا اور انہیں اپنے سامنے سر نہ اُٹھانے دیا کہ یہی فساد کی جڑ اور قوموں کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ قومیں جب تباہ ہوتی ہیں تو پہلے اُن کے خوشحال طبقے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور پھر اُن کا بگاڑ بتدریج ساری قوم میں زہر کی مانند سرایت کر جاتا ہے۔ یہ زہرِ عیش و عشرت جس قوم میں سرایت کر جائے اُسے تباہی و بربادی سے پھر کوئی حکمت روک نہیں سکتی۔ اِسی لیے حضورؐ نے حفظِ ما تقدم کے طور پر خود اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تدبیر کے تحت ہی دُنیا اور اُس کے آرام و راحت اور مال و دولت سے اپنے آپ کو پاک صاف رکھا اور اپنے نفس پر ضبط و خشیتِ الٰہی کا وہ بند باندھا کہ جس کے سامنے مال و دولت کے بہتے ہوئے دھارے اور فتوحات کے سرمایے اور خزانے ٹھیکریوں کے ڈھیر سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ دُنیا کے سب سے بڑے انسان کی بے نفسی اور دُنیا سے استغنا کا ذکر کرتے ہوئے، ایک مشہور سیرت نگار نے کیا خوب لکھا ہے:

"ضبطِ نفس بلکہ بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ تمام مُلک کا بادشاہ ہو گیا، اُس وقت بھی وہ جیسا فقیر پہلے تھا ویسا ہی فقیر رہا۔ پھونس کے چھپر میں رہتا تھا۔ بوریے پر سوتا تھا۔ موٹا جھوٹا پہنتا تھا۔ غریبوں کی سی غذا کھاتا تھا۔ فاقے تک کر گذرتا تھا۔ رات رات بھر اپنے خدا کی عبادت میں کھڑا رہتا تھا۔ غریبوں اور مصیبت زدوں کی خدمت کرتا تھا۔ ایک مزدور کی طرح کام کرنے میں بھی اسے تامّل نہ تھا۔ آخر وقت تک اُس کے اندر شاہانہ تمکنت اور امیرانہ ترفع اور بڑے آدمیوں کے سے تکبر کی ذرا سی بُو بھی پیدا نہ ہوئی۔ وہ عام آدمی کی طرح لوگوں سے ملتا۔ اُن کے دُکھ درد

میں شریک ہوتا تھا۔ عوام کے درمیان اس طرح بیٹھتا تھا کہ اجنبی آدمی کو یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا تھا کہ اس محفل میں قوم کا سردار، ملک کا بادشاہ کون ہے۔ اتنا بڑا آدمی ہونے کے باوجود چھوٹے سے چھوٹے آدمی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا تھا کہ گویا وہ اسی جیسا ایک انسان ہے۔ تمام عمر کی جدوجہد میں اُس نے اپنی ذات کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اپنا پورا ترکہ اپنی قوم کے لیے وقف کر دیا۔ اپنے پیروؤں پر اُس نے اپنے یا اپنی اولاد کے کچھ بھی حقوق قائم نہ کیے۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد کو زکوٰۃ لینے کے حق سے بھی محروم کر دیا۔ محض اس خوف سے کہ کہیں آگے چل کر اُس کے پیرو اُس کی اولاد ہی کو ساری زکوٰۃ نہ دینے لگ جائیں"۔[1]

یہ تھا حضورِ اکرمؐ کی بےنفسی، بےلوثی اور بےنیازی کا عالم، آپ فقر کے شہنشاہ اور استغنار کا پہاڑ تھے اور یہ سب اپنے مالک کی رضا اور اُس کے حکم کے مطابق تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا کو انہیں لوگوں نے فتح کیا، جنہوں نے استغنا کے زور سے پہلے اسے مغلوب کیا، اور اسے اپنے در کی لونڈی بنا کر رکھا۔ دُنیا کو ایسے انسانوں کی تلاش کبھی نہیں رہی ہے، جو اس سے مغلوب ہو کر اس کے دروازے پر کتوں کی طرح پڑے رہیں۔ اسے تو ہمیشہ تاریخ انسانی میں صرف ایسے انسانوں کی تلاش رہی ہے جو اس سے مستغنی ہوں تاکہ وہ ان کی جوتیاں سیدھی کرے۔ اِسی لیے آج حضورؐ اکرم کے سارے سیرت نگار یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ اکرم کا جوتا بھی ساری دُنیا کے مال و متاع سے زیادہ قیمتی ہے۔

---

[1] نبوتِ محمدیؐ کا عقلی ثبوت از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ